شہاب الدین مقتول اور فلسفۂ مشائیت

(۲)

جناب شبیر احمد خاں صاحب غوری ایم اے۔ ایل ایل بی۔ بی ٹی ایچ۔ رجسٹرار امتحانات
عربی و فارسی (اتر پردیش)

اشراقیت کے شرائط اور سہروردی

قطع نظر اس بات کے کہ " بینۂ تقسیم چہار گانہ " غیر مستند ہے اور " فلاسفہ میزانیین و متکلمین " میں سے کسی کے یہاں نہیں پائی جاتی بلکہ اس کے برخلاف ان کے یہاں حکمت کی اپنے مختلف شعبوں میں ایک جداگانہ طور پر تقسیم کی جاتی ہے۔ نیز اس بات سے قطع نظر کہ " بینۂ تقسیم " جامع نہیں ہے اور اس لئے استدلال کے واسطے غیر موثر ہے، اگر سہروردی مقتول پر اس کا اجراء کیا جائے تو اس کا اشراقی ہونا ثابت نہیں ہوتا کیونکہ حکیم صاحب کے نزدیک

" جو تزکیۂ نفس سے کام لیتا ہو اور ساتھ اس کے .... تابع دین سماوی نہ ہو وہ اشراقی ہے
جیسے کہ افلاطون اور اس کے متبعین "

اس طرح ان کے کہنے کے بموجب اشراقیت کی دو شرطیں ہیں۔

(۱) تابع دین سماوی نہ ہونا، اور

(۲) اثبات مدعا استدلال سے نہ کرنا بلکہ تزکیۂ نفس سے کرنا۔

لیکن سہروردی مقتول میں یہ دونوں شرطیں جامعیت و مانعیت کے ساتھ نہیں پائی جاتیں: نہ تو وہ افلاطون و متبعین افلاطون کی طرح دین سماوی کے اتباع سے آزاد تھا، بلکہ مسلمان تھا۔ اور نہ وہ اثبات مدعیٰ کے لئے استدلال (بحث و نظر) کا منکر تھا، بلکہ اس پر عامل تھا۔

سہروردی کے اسلام کو مشکوک بنانے کے لئے یہ بھی کہا جاتا ہے کہ وہ زندیق تھا اور اسی جرم کی پاداش

میں قتل ہوا لیکن یہ الزام قطعی الثبوت نہیں ہے۔ سہروردی کا قتل اُس کے "مبینہ زندقہ" سے زیادہ تنگ نظر معاصرین کے رشک وحسد اور حکمراں طبقہ کے سیاسی مصالح کا نتیجہ تھا۔

اسی طرح سہروردی نہ صرف یہ کہ بحث ونظر کا منکر نہیں تھا بلکہ ایک وقت میں تو وہ اس اندازِ معرفت (مشائیت) کا بڑا سرگرم ترجمان تھا اور آخر میں بھی وہ اس سے دستبردار نہیں ہوا بلکہ اگلے پچھلے حکمار کے درمیان اُس کی انفرادیت کا راز ہی دوسرے مناہجِ تحقیق کے ساتھ ساتھ اس طریقِ معرفت (مشائیت) کے ساتھ اُس کی وابستگی میں مضمر ہے۔

ذیل میں انھیں امور کی توضیح کی جارہی ہے۔

سہروردی اور اتباعِ اسلام | اتباعِ مذہب ودین کی دو حیثیتیں ہوا کرتی ہیں: نجی اور فکری۔

۱۔ نجی حیثیت سے سہروردی مقتول مسلمان خاندان میں پیدا ہوا۔ مسلمان اساتذہ سے تعلیم پائی اور اہم علومِ اسلامیہ میں تبحر اور ملکۂ اجتہاد بہم پہونچایا۔ ابن خلکان نے اُس کے اور اس کے خاندان کے بارے میں لکھا ہے:-

"ابوالفتوح یحییٰ بن حبش بن امیرک الملقب بشہاب الدین ..... وقیل اسمہ احمد وقیل کنیتہ اسمہ وھو ابوالفتوح وذکر.... ابن ابی اُصیبعہ .... ان اسمہ السہروردی المذکور عمر۔[۵۱]

ظاہر ہے یحییٰ ہو یا احمد یا عمر اور اسی طرح حبش اور امیرک مسلمانوں کے نام ہیں جس سے معلوم ہوتا ہے کہ سہروردی مسلمان تھا اور مسلمان خاندان میں پیدا ہوا۔ لہذا جب تک اس کے ترکِ اسلام کی صراحت نہیں ملتی ہمیں اس کو دائرۂ اسلام سے خارج کرنے کا کوئی حق نہیں ہے۔ رہے اُس کے ہفوات واباطیل تو وہ مختلف فیہ ہیں۔

اسی طرح ابن خلکان نے اس کے تلمذ کے بارے میں لکھا ہے۔

"کان المذکور من علماء عصرہ قرأ الحکمۃ	صاحب ترجمہ (سہروردی مقتول) اپنے زمانہ کے علماء میں سے تھا
واُصول الفقہ علی الشیخ مجد الدین الجیلی	اس نے حکمت وفلسفہ اور اصول فقہ شیخ مجد الدین جیلی سے

---

۵۱ تاریخ ابن خلکان جلد ثانی صفحہ ۲۶۱

ہو شیخہ بمدینۃ المراغہ" ۵۱	پڑھا جو شہر مراغہ کے ایک بڑے عالم تھے ۔

اور یہ مجدالدین جیلی وہ بزرگ ہیں جن کے فیضِ تلمذ نے "فخر رازی" کو امام رازی بلکہ بقول بعض چھٹی صدی ہجری کا مجدّد بنا دیا ۔ ابن خلکان آگے چل کر لکھتا ہے

" وھذا المجد الدین الجیلی ھو شیخ فخرالدین الرازی علیہ تخرج و بصحبتہ انتفع " ۵۲	اور یہ مجدالدین جیلی امام فخرالدین رازی کے اُستاد تھے ۔ امام رازی انھیں کے شاگرد تھے اور انھیں کی صحبت سے انھوں نے فائدہ اُٹھایا ۔

لہٰذا اُستاد کے فیضِ تربیت نے اُسے "راسخ فی الدین" کیا ہو یا نہ کیا ہو مگر اسلام سے متنفر اور کافرِ عنید تو نہ بنایا ہوگا ۔

خود سہروردی کے تبحرِ علمی اور ملکۂ اجتہاد کے بارے میں ابن خلکان نے لکھا ہے " وکان اماما فی فنونہ " دوسری جگہ لکھا ہے :- " وکان شافعی المذھب " اسی طرح ابن ابی اُصَیبعہ نے لکھا ہے :-

" ھو الامام العالم الفاضل ...... کان اوحداً فی العلوم الحکمیۃ .....

بارعاً فی الاصول الفقہیۃ " ۵۳

اور جیسا کہ آگے چل کر معلوم ہوگا اُس کی یہی " براعۃ فی الاصول الفقہیۃ " انجام کار اُس کے لئے جان لیوا ثابت ہوئی (اگرچہ اس کا الزام اس کے تفلسف پر لگا)

سہروردی آزاد خیال ضرور تھا لیکن منکرِ اسلام نہ تھا ۔ اُس کی فلسفہ تک کی کتابیں شاہد ہیں کہ وہ "شہادتین" پر ایمان رکھتا تھا جو اصلِ اسلام ہے ۔ چنانچہ ہیاکل النور کے دیباچہ میں لکھتا ہے ۔

"یا قیوم ایدنا بالنور ..... الخیر د ابك والشر قضاءك ..... وصل علی المصطفیٰ الذی اخترتہ من خلقك للرسالۃ الی کافۃ الامم وخصصتہ بالکمال الاتم	اے قیوم ہماری نور کے ساتھ مدد فرما ..... خیر تیرا طریقہ ہے اور شر تیرا حکم ہے ..... اور درود و سلام نازل فرما جناب محمد مصطفیٰ (صلی اللہ علیہ وسلم) پر جنھیں تو نے اپنی مخلوق میں سے تمام اُمتوں کی طرف رسالت کے لئے منتخب فرمایا ہے

---

۵۲ ایضاً صفحہ ۲۶۱ ۵۳ طبقات الاطباء لابن ابی اُصیبعہ جلد ثانی صفحہ ۱۶۷

والشرف الاعم" ؎۱

اور جنہیں کمال اتم اور شرف اعم کے ساتھ مخصوص فرمایا ہے۔

اسی طرح حکمۃ الاشراق کے دیباچہ میں لکھتا ہے

"جل ذکرك اللّٰھم وعظم قدسك وعزّ جارك وعلت سبحاتك وتعالی جدّك صلّ علی مصطفیك واھل رسالاتك عمومًا وخصوصًا علی محمد المصطفیٰ سید البشر والشفیع فی المحشر وعلیھم الصلوٰۃ والسلام" ؎۲

اے اللہ تیرا ذکر جلیل ہے اور تیری قدوسیت عظیم ہے اور تیری پناہ میں آنے والا معزز ہے اور تیری سبوحیت بلند ہے اور تیرا مرتبہ اعلیٰ ہے۔ درود و سلام نازل فرما اپنے پسندیدہ بندوں اور رسولوں پر عموماً اور خاص طور سے جناب محمد مصطفیٰ (صلی اللہ علیہ وسلم) پر جو انسانوں کے سردار اور شفیع روز محشر ہیں اور سب پر صلوٰۃ و سلام نازل ہو۔

اسی طرح "تلویحات" کے دیباچہ میں لکھتا ہے:-

"سبحان لجلالك اللّٰھم یا قیّوم افض علینا من عظائم برکاتك .... وصلّ علی المصطفین من عبادك لرسالاتك وخصص محمدًا وآله بافضل تحیاتك وھیّئ لنا من امرنا رشدًا" ؎۳

پاک ہے تیرا جلال اے اللہ اے قیوم۔ نازل فرما ہمارے اوپر اپنی عظیم ترین برکات .... اور درود بھیج اپنے اُن بندوں پر جنہیں تو نے مرتبۂ رسالت کے لئے برگزیدہ فرمایا ہے اور اُن میں بھی خصوصیت بخش جناب محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کو اور اُن کی اولاد کو اپنی بہترین تحیات کے ساتھ۔ اور ہمارے کام کو آسان فرما۔

نیز جب ۵۷۹ھ میں سہروردی حلب میں آیا تو اُس کی قدر و منزلت ایک فلسفی کی حیثیت سے نہیں ہوئی بلکہ "عالم دین اسلام" (فقیہ) کی حیثیت سے ہوئی، چنانچہ ابن ابی اُصیبعہ لکھتا ہے:-

"وفی سنة خمسمئة وتسعة وسبعین قدم الی حلب الشیخ شهاب الدین عمر السهروردی

اور ۵۷۹ھ میں شہاب الدین سہروردی حلب آیا اور مدرسہ حلاویہ میں ٹھہرا جہاں کے صدر مدرس اُس

؎۱ شواکل الحور مرتبہ ڈاکٹر یوسف کوکن ؎۲ شرح حکمۃ الاشراق مطبوعہ طہران صفحہ ۱

؎۳ شرح تلویحات لابن کمونہ (مخطوطہ رضا لائبریری رامپور) صفحہ ۲

"ونزل فى المدرسة الحلاوية وكان مدرسها يومئذ الشريف رئيس الحنفية افتخار الدين رحمه الله فلما حضر شهاب الدين الدرس وبحث مع الفقهاء ..... ماكان احد يعرفه فلما بحث وتميز بين الفقهاء وعلم افتخار الدين انه فاضل .... قال لولده ...... تقول له والدى يسلم عليك ويقول انت رجل فقيه"۔ [1]

زمانہ میں احناف کے رئیس شریف افتخار الدینؒ تھے پس جب شہاب الدین درس میں آیا اور فقہاء کے ساتھ بحث کی ..... تو کوئی اُسے نہیں پہچانتا تھا مگر جب اُس نے بحث کی اور فقہا کے مقابلہ میں نمایاں مقام حاصل کیا اور شریف افتخار الدین کو پتہ چلا کہ وہ عالم ہے ...... تو انھوں نے اپنے صاحبزادے کو اُس کے پاس بھیجا کہ ..... جاکر کہو کہ میرے والد آپ کو سلام کہتے ہیں۔ اور کہتے ہیں کہ آپ تو بڑے فاضل فقیہ ہیں۔

اگرچہ جیساکہ آگے معلوم ہوگا اُس کی یہی "فقاہت" اور "تفقہ فی الدین" اُس کے لئے پیام مرگ ثابت ہوئے۔ غرض نجی حیثیت سے سہروردی کتنا ہی آزاد خیال کیوں نہ ہو لیکن دائرہ اسلام سے خارج نہ تھا۔

۲۔ فکری حیثیت سے بھی وہ اسلام کی اصولی تعلیمات کا انکار یا تاویل نہیں کرتا تھا۔ بلکہ صحیح یا غلط اصولوں سے اُن کی تائید کرتا تھا۔ "ایمان باللہ" کے بعد اسلام کے اصولی معتقدات دو ہیں :۔ ایمان بالرسالۃ" اور" ایمان بالآخرۃ" اور سہروردی نے اُن کے فلسفیانہ اثبات کے لئے "عالم اشباح" کے اصول سے کام لیا تھا۔ (اور وہ بھی حکمۃ الاشراق میں جو اشراقی فلسفہ کی کتاب مقدس ہے) چنانچہ قطب الدین شیرازی نے لکھا ہے :۔

" وقد نطق بامور شريفة مكنونة و اسرار نفيسة مخزونة خلا عنها اشارات من سبقه من الحكماء وتلويحات من

سہروردی نے اس کتاب میں بڑے اچھے رموز بیان کئے ہیں اور نفیس اسرار کا انکشاف کیا ہے جن سے اُس کے پیشرو حکماء کے اشارات اور سابق کے اولیاء اللہ کی

---

[1] طبقات الاطباء جلد ثانی صفحہ ۱۶۸

تقدمه من الاولیاء ۔ من ذلك علم "عالم	تصریحات خالی تھیں ان رموز میں سے ایک
الاشباح" الذی به یتحقق بعث الاجساد	"عالم اشباح" کا علم ہے جس کے ذریعہ بعث
بل جمیع مواعید النبوۃ وخوارق العادۃ	اجساد (حیات بعد الموت) کا مسئلہ بلکہ نبوت کے
من المعجزات والکرامات والانذارات	تمام وعدے، معجزات وکرامات اور انذارات
والمنامات الی غیر ذلك من الاسرار	ومنامات کے خوارق عادات اور ان کے علاوہ لاہوت
اللاهوتیة والانوار القیومیة" ۔ ؎	کے اسرار اور قیومیت کے انوار ثابت ہوتے ہیں۔

اندریں حالات یہ نہیں کہا جاسکتا کہ سہروردی دائرہ اسلام سے خارج تھا یا تابع دینِ سماوی نہ تھا۔ یہ صحیح ہے کہ وہ دیندار متبع کتاب وسنت نہیں تھا مگر کافرِ عنید بھی نہیں تھا۔ لہذا اگر۔

مقام النبوۃ فی البرزخ   فویق الرسول ودون النبی

کے قائلین اساطین اسلام سمجھے جاسکتے ہیں، اگر

لقد تحجر ابن آمنه حیث قال لا نبی بعدی

کہہ کر بھی کہنے والے کا اسلام شک وشبہ سے بلند، بلکہ اہلِ دل کے لئے "اسوۂ حسنہ" قرار دیا جاسکتا ہے اور اگر اسلام میں اتنی لچک ہے کہ "فرعون کو مومن ماننے والوں" کے ساتھ فرعون کے کافر جاننے والے بھی اس دین کے اندر رہ سکتے ہیں تو پھر سہروردی ہی کو کیوں دائرہ اسلام سے خارج کیا جائے بالخصوص جبکہ وہ دین اسلام کے اتباع سے منکر نہیں ہے بلکہ اُس کی اصولی تعلیمات (ایمان باللہ، ایمان بالرسالۃ اور ایمان بالآخرۃ) کو صحیح یا غلط نظریوں سے ثابت کرنے میں کوشاں ہے۔

سہروردی پر زندقہ کے الزام کی حقیقت — اگرچہ مشہور یہی ہے کہ سہروردی کو "الحاد وزندقہ" کی بنا پر سزائے موت دی گئی مگر واقعہ یہ ہے کہ اُس کا قتل الحاد وزندقہ سے زیادہ (۱) حسّاد کی سازش اور (۲) حکام کی مصلحت بینی کا نتیجہ تھا اور (۳) ان دونوں کو سہروردی کے عُجب وخود پسندی نے دشمن بنا لیا تھا۔

(۱) اُس کی خود پسندی کی حد یہ تھی کہ خود کو اگلوں پچھلوں سب سے زیادہ خلافتِ الٰہی کا مستحق سمجھتا تھا

؎ شرح حکمۃ الاشراق صفحہ ۳۰۴

چنانچہ اُس نے "حکمۃ الاشراق" میں حکما کے دس طبقات قائم کئے ہیں۔ اُن میں افضل "متوغل فی التالہ والبحث" ہے اور وہی ریاست وخلافت کا مستحق ہے۔ چنانچہ لکھتا ہے:۔

"فان اتفق فی الوقت متوغل فی التالہ والبحث فلہ الریاسۃ" لہ

پس اگر کسی وقت کوئی ایسا حکیم مل جائے جو تالہ اور بحث (دشتی اندازِ معرفت) دونوں میں توغل رکھتا ہو تو عالمِ عنصری کی ریاست کا وہی حقدار ہے۔

اس کی شرح میں قطب الدین الشیرازی نے لکھا ہے:۔

"ای ریاسۃ العالم العنصری لکمالہ فی الحکمتین واحرازہ للشرفین وھو خلیفۃ اللہ لانہ اقرب الخلق منہ تعالیٰ" ۲ہ

یعنی عالمِ عنصری کی ریاست کیونکہ وہ دونوں حکمتوں (اشراقیت اور مشائیت) میں کمال رکھتا ہے اور دونوں فضیلتوں کو حاصل کئے ہوئے ہے اور وہی اللہ تعالیٰ کا نائب ہے کیونکہ وہ مخلوق میں سب سے زیادہ اللہ تعالیٰ سے قریب ہے۔

اور اس "متوغل فی التالہ والبحث" کا مصداقِ واحد بقول شارح قطب الدین الشیرازی صرف سہروردی مقتول تھا:۔

"وثالثھا حکیم الٰھی متوغل فی التالہ والبحث۔ ھذہ الطبقۃ اعز من الکبریت الاحمر۔ لا نعرف احدًا من المتقدمین موصوفًا بھذہ الصفۃ ..... ولا من المتاخرین غیر صاحب ھذہ الکتاب" ۳ہ

اور تیسرا حکیم الٰہی جو تالہ اور بحث دونوں میں توغل رکھتا ہو اور یہ گروہ کبریت احمر سے بھی زیادہ نایاب ہے اور ہم سوائے اس کتاب کے مصنف (سہروردی) کے نہ متقدمین سے کسی کو جانتے ہیں ..... اور نہ متاخرین میں سے جو ان صفات کے ساتھ متصف ہو۔

سہروردی کو یقین تھا کہ اُسے ربع مسکون کی حکومت حاصل ہو کر رہے گی۔ چنانچہ سیف الدین آمدی نے اُس سے روایت کی ہے کہ:۔

اجتمعتُ بالسھروردی فی حلب

میں نے سہروردی کے ساتھ حلب میں ملاقات کی تو

لہ ایضاً صفحہ ۲۲ ۲ہ ۳ہ شرح حکمۃ الاشراق صفحہ ۲۳

فقال لابدان املك الارض فقلت له این لك هذا۔ قال رائیت فی المنام کانی شربت ماء البحر فقلت لعل هذا یکون اشتهار العلم ومایناسب هذا۔ فرائیته لایرجع عما وقع فی نفسه"

اُس نے کہا کہ یہ ہوکر رہے گا کہ میں روئے زمین کا مالک ہو جاؤں۔ میں نے پوچھا کہ آپ کو یہ مرتبہ کہاں سے حاصل ہوگا کہا " میں نے خواب میں دیکھا ہے کہ میں نے سمندر کا پانی پی ڈالا میں نے کہا شاید اس کی تعبیر آپ کے علم کی شہرت یا اس کے مناسب اور کوئی امر ہو۔ مگر میں نے دیکھا کہ جو کچھ اُس کے ذہن میں راسخ ہو چکا تھا وہ اس سے رجوع کرنے کے لئے تیار نہیں تھا

چنانچہ اس کی اسی خود پسندی کی بنا پر اس کے مخلص احباب کو شروع ہی سے اس کی جان کا خطرہ تھا۔ ابن ابی اُصیبعہ نے لکھا ہے:۔

" کان الشیخ فخرالدین یقول لنا ماذکی هذا الشاب وافصحه ولم اجد احداً مثله فی زمانی الا انی اختشی علیه لکثرة تهوره واستهتاره وقلة تحفظه ان یکون ذلك سببالا تلافه له

شیخ فخرالدین کہا کرتے تھے کہ یہ جوان کیسا ذکی وفصیح ہے مجھے اپنی مدتِ عمر میں اس جیسا باکمال نہیں ملا۔ لیکن مجھے اس کے تہور، بے احتیاطی اور بے باکی سے اس کی جان کا خطرہ ہے کہ کہیں یہ چیزیں اس کی بربادی کا سبب نہ بن جائیں۔

(۲) سہروردی ۵۷۹ھ میں حلب آیا (جس سال سلطان صلاح الدین نے اس شہر کو فتح کیا) اور جلد ہی فقہائے شہر سے مناظرے چھڑ گئے جن میں علمائے حلب لاجواب ہوکر ہار گئے اور اُس کا بدلہ اُنھوں نے سہروردی کی تکفیر سے لیا۔ ابن ابی اُصیبعہ نے لکھا ہے:۔

بحث مع الفقهاء فی سائرالمذاهب وعجزهم واستطال الی اهل حلب وصار یکلمهم کلام من هو اعلیٰ قدرًا منهم۔ فتعصبوا علیه وافتوا فی دمه حتیٰ قتل" ۵۲

اُس نے تمام مذاہب کے فقہا کے ساتھ بحث کی اور انہیں ہرا دیا اور وہ اہلِ حلب پر غالب ہو گیا اور وہ اُن سے اس طرح بات کرتا تھا گویا کہ وہ اُن سے اعلیٰ مرتبہ رکھتا ہے پس انھوں نے تعصب سے کام لیا اور اس کے قتل کا فتویٰ دیدیا یہاں تک کہ وہ قتل کر دیا گیا

---

۵۱ طبقات الاطبا جلد ثانی صفحہ ۱۶۷ ۵۲ ایضاً صفحہ ۱۶۵

اس مناظرے میں فقہائے حلب کے ہارنے کی دو وجہیں تھیں اولاً سہروردی کی غیر معمولی علمیت اور ثانیاً حلب میں افاضل فقہا کا فقدان جو سہروردی کا ترکی بترکی جواب دے سکتے۔ ابن العدیم نے "زبدۃ الحلب فی تاریخ حلب" میں لکھا ہے کہ ۵۹۱ھ سے پہلے حلب کے اندر کوئی صفِ اوّل کا عالم نہ تھا۔ جب اس سال (۵۹۱ھ میں) الملک الظاہر نے ابن شداد کو حلب کا قاضی مقرر کیا تو اُس نے (ابن شداد) نے دوسرے مقامات سے فقہائے نامدار کو بُلا کر مدارس کھلوائے۔ ابن خلکان لکھتا ہے:۔

" وکانت حلب فی ذلک الزمان	اور اس زمانہ میں حلب کے اندر بہت کم مدرسے تھے اور
قلیلۃ المدارس ولیس بھا من العلماء	اس میں باستثنائے چند اونچے درجہ کے عالم بھی نہیں تھے
الا نفر یسیر فاعتنیٰ ابوالمحاسن المذکور	لہٰذا ابوالمحاسن نے وہاں کے (تعلیمی نظام کی)
بترتیب امورھا" ؎۱	درستگی پر توجہ کی۔

غرض جب سہروردی حلب میں آیا تو چونکہ وہاں کوئی بڑا جید عالم نہ تھا اس وجہ سے فقہائے حلب نے مناظرے میں منہ کی کھائی مگر اس شکست کا بدلہ انھوں نے اُس کی تکفیر اور فتوائے قتل سے لیا۔ ابن ابی اصیبعہ نے دوسرے مقام پر لکھا ہے:۔

"اتیٰ الیٰ حلب وناظر بھا الفقھاء	وہ حلب آیا جہاں اُس نے فقہا سے مناظرہ کیا اور کوئی اُس
ولم یجارہ احد فکثر تشنیعھم	کے مرتبہ کا نہ تھا۔ اس لئے وہ لوگ اسے بہت زیادہ بُرا
علیہ فاستحضر السلطان الملک الظاھر	بُرا بھلا کہنے لگے۔ پس ملک الظاہر نے اُسے ..... نیز
..... واستحضر الاکابر من المدرسین	اکابر مدرسین و فقہائے متکلمین کو بُلا کر جمع کیا اور اُن کے
والفقھاء والمتکلمین یسمع مایجری	درمیان جو مناظرہ ہوا اُسے غور سے سُنا۔ پس سہروردی
بینھم وبینہ من المباحث والکلام	نے اُن لوگوں سے بہت زیادہ گفتگو کی اور ملک الظاہر
فتکلم معھم بکلام کثیر وبان لہ	کو اُس کے علم و فضل اور مرتبہ و کمال کا اندازہ ہوگیا
فضل عظیم وعلم باھر وحسن موقعہ	لہٰذا ملک الظاہر کے نزدیک اُس کی قدر و منزلت بڑھ گئی

؎۱ تاریخ ابن خلکان جلد ثانی صفحہ ۳۵۶

عند الملك الظاهر وقربه وصار مكيناً عنده مختصاً"۔ ۵ا — اور وہ اُس کے تقرب خصوصی کے ساتھ ممتاز و مشرف ہو گیا۔

اس تقرّبِ سلطانی سے حُسّاد کی آتشِ رشک و حسد اور بھڑک اُٹھی اور انھوں نے اس کے ہفوات و اباطیل کو جمع کر کے اُس کی تکفیر اور اس طرح اُسے قتل کرنے کی کوشش کی مگر شروع میں کامیابی نہیں ہوئی۔ البتہ جب اُس نے ۵۸۲ھ میں "حکمۃ الاشراق" لکھنا شروع کیا اور اُس میں خود کو خلافتِ الٰہی اور عالمِ عنصری کی ریاست کا مستحق ثابت کیا تو اُسے اربابِ غرض نے حاشیہ آرائی کے ساتھ بارگاہِ سلطانی میں پیش کیا اور اس طرح اُن کا تیر نشانہ پر بیٹھا۔

(۳) حالات بھی اس کے مقتضی تھے کہ اربابِ حکومت اس قسم کے مدعیانِ خلافت کے فتنہ سے ملک کو پاک کریں۔ اس کے لئے اس زمانہ کے شام و مصر کے سیاسی حالات کا جائزہ لینا مستحسن ہوگا۔

یہ چھٹی صدی ہجری کا نصف آخر تھا جبکہ مصر کی فاطمی خلافت، جس کی شہ پر تین سو سال تک باطنی دُعاۃ کی انقلابی سرگرمیوں نے عالمِ اسلام میں تہلکہ مچا رکھا تھا، روبانحطاط تھی۔ ۵۴۹ھ میں ظافر باللہ کے قتل کے بعد اُس کا بیٹا الفائز خلیفہ ہوا جس نے ۵۵۵ھ میں وفات پائی اور العاضد لدین اللہ اُس کا جانشین ہوا۔

اُس کے عہد میں امرائے دربار کی سازشیں اور فرنگیوں کے حملے بہت بڑھ گئے اور مجبوراً اُسے شام کے سُنّی حاکم نور الدین زنگی سے مدد مانگنا پڑی۔ اس طرح نور الدین کو مصر کے معاملات میں مداخلت کا موقع مل گیا اور اُس نے اسد الدین شیرکوہ کو مصر بھیجا جسے سابق وزیر شاور کے قتل کے بعد العاضد نے قلمدانِ وزارت سونپا۔ اسد الدین شیرکوہ کی وفات پر اُس کا بھتیجا صلاح الدین اُس کا جانشین ہوا جس نے مصر سے اسماعیلیت کو ختم کرنا شروع کیا چنانچہ مقدسی نے ۵۶۶ھ کے واقعات میں لکھا ہے۔

"وقال ابن ابی طی فی هذه السنة ..... امر بتغيير شعار الاسماعيلية وقطع — ابن ابی طے لکھا ہے کہ اس سال (۵۶۶ھ میں) سلطان صلاح الدین نے اسماعیلیوں کے طریقوں کو بدلنا شروع کیا

۵ا طبقات الاطبا جلد ثانی صفحہ ۱۶۷

من الاذان حی علی خیر العمل و شرع فی	اذان سے حی علی خیر العمل کو نکالدیا گیا اور بنی عباس کے
تمہید اسباب الخطبة لبنی العباس"[1]	خطبہ کی تمہید شروع کردی۔

اور محرم ۵۶۷ھ میں خطبہ کے اندر فاطمی خلیفہ کے بجائے عباسی خلیفہ کا نام پڑھا گیا۔ جب العاضد کو یہ معلوم ہوا تو وہ اُس کے صدمہ سے مرگیا۔ اس طرح فاطمی خلافت ختم ہوئی۔

شروع میں صلاح الدین مصر میں نورالدین کے نائب کی حیثیت سے رہا مگر ۵۶۹ھ میں اُس کی وفات پر مصر کا مستقل مالک بن گیا اور کچھ دن بعد شام پر بھی قابض ہوگیا۔ سب سے زیادہ کوشش حلب پر قبضہ کرنے میں کرنا پڑی جسے ۵۷۹ھ میں فتح کرکے سلطان نے اپنے بھائی الملک العادل کے قبضہ میں دیدیا (اسی سال سہروردی حلب پہونچا) مگر کچھ دن بعد اُس سے لیکر اپنے بیٹے الملک الظاہر کو دیدیا کیونکہ سلطان حلب کی سیاسی و فوجی اہمیت کی بنا پر اُسے اپنی اولاد کے قبضہ میں رکھنا چاہتا تھا۔ مقدسی لکھتا ہے۔

"وکان رحمه الله یعلم ان حلب	سلطان صلاح الدین اچھی طرح جانتا تھا کہ حلب مملکت
هی اصل الملك وجرثومته وقاعدته	کی جڑ اور بنیاد ہے اور اسی وجہ سے اس کی فتح کی خاطر
ولهذا أدأب فی طلبها ذلك الدأب"[2]	اُس نے یہ سب کچھ کیا تھا۔

فاطمی خلافت کے خاتمہ سے مصر اور دیگر سابق فاطمی مقبوضات سے "اسماعیلیت" ختم نہیں ہوئی چنانچہ دو سال بعد ہی یمن میں ایک شخص نے خروج کیا جو خود کو "وارث ارض" سمجھتا تھا۔ صلاح الدین نے اپنے بھائی توران شاہ کو بھیجا جس نے جاکر باغی کو قتل کرکے مصر کو دوبارہ فتح کیا۔ مقدسی ۵۶۹ھ کے حالات میں لکھتا ہے۔

"وکان بلغه ان بالیمن انسانًا استولی	اُسے معلوم ہوا تھا کہ یمن میں ایک باغی مستولی ہوگیا ہے
علیها وملك حصونها ...... ویزعم	اور اُس نے اس کے قلعوں پر قبضہ کرلیا ہے ...... اور
انه ینتشر ملکه الی الارض کلها و	وہ گمان کرتا ہے کہ اس کی حکومت پورے روئے زمین
استتب امره فرأی ان یسیر الیها	پر پھیل جائے گی اور اس کا کام پورا ہوگیا پس سلطان
اخاه الاکبر الملك المعظم توران شاه	صلاح الدین کی رائے یہ ہوئی کہ اپنے بڑے بھائی ملک المعظم توران شاہ

[1] کتاب الروضتین فی اخبار الدولتین للمقدسی جلد اول صفحہ ۱۹۲ [2] ایضاً صفحہ ۱۹۲

..... وفتح الله على يديه وقتل
الخارجي الذي كان بها" ٥١

کو یمن روانہ کر دے ..... اور اللہ تعالیٰ نے توران شاہ کے
ہاتھوں پر یمن فتح کرادیا اور وہاں کا باغی مارا گیا ۔

ادہر توران شاہ یمن کی بغاوت فرو کرنے نکلا تھا کہ ادھر خود مصر میں اسمٰعیلی دُعاۃ نے سلطان صلاح الدین کا تختہ الٹنے کی سازش کی مگر اس خطرناک سازش کا بروقت پتہ چل گیا اور سازشیوں کو عبرت خیز سزائیں دی گئیں، مقدسی ۵۶۹ھ کے واقعات میں لکھتا ہے ۔

قال ابن ابی طے وفی هذه السنة
اجتمع جماعة من دعاة المصريين
والعوام وتآمروا فيما بينهم خفية وبكوا
على انقراض دولة المصريين وما
صاروا اليه من الذل والفقر ثم اجمعوا
آراؤهم على ان يقيموا خليفة ووزيراً و
..... ان يكاتبوا الفرنج وان يثبوا بالملك
الناصر ..... فخانهم ابن مصال ....
فاحضرهم (السلطان) ..... فاحضر السلطان
العلماء واستفتاهم في امرهم فافتوه
بقتلهم وصلبهم ونفيهم فامر بصلبهم" ٥٢

ابن ابی طے نے لکھا ہے کہ مصر کے اسماعیلی داعیوں اور عوام
کی ایک جماعت جمع ہوئی اور خفیہ مشورہ کیا اور مصر کی فاطمی
خلافت کے خاتمہ پر نیز اس کے نتیجہ میں جس ذلت اور افلاس
کا انہیں سامنا کرنا پڑ رہا تھا اس پر گریہ وزاری کی ۔ پھر
انھوں نے اس بات پر اتفاق کیا کہ وہ خلیفہ اور وزیر کو قائم کریں
..... فرنگیوں سے مدد کے لئے خط وکتابت کریں اور سلطان
صلاح الدین پر ناگہانی حملہ کریں ۔ مگر ابن مصال نے بھانڈا
پھوڑ دیا ۔ پس سلطان صلاح الدین نے انھیں پکڑوا بلایا
..... پھر سلطان نے اُن کے معاملے میں علماء سے فتویٰ لیا تو
انھوں نے ان کے قتل کرنے صلیب پر چڑھانے اور جلاوطن کرنے
کا فتویٰ دیا ۔ پس سلطان نے انہیں سولی دیئے جانیکا حکم دیا ۔

اس سازش کے فرو کرنے کے بعد صلاح الدین کے وزیر قاضی فاضل نے نورالدین زنگی کو جو رپورٹ بھیجی اس میں "قدیدالقفاص" کے فتنہ کا بھی ذکر کیا جو رہنے والا تو مصر کا تھا مگر اس کی دعوت شام میں پھیل رہی تھی اور یہ بھی لکھا کہ اُس کی گرفتاری اور خانہ تلاشی پر اُس کے گھر سے کفر والحاد کی کتابیں نکلیں ۔

ومما يطرف به المولى ان ثغر الاسكندرية

اور یہ امر بھی جناب والا کے علم میں لانا ضروری ہے کہ اگرچہ

---

٥١ ایضاً ص ٢١٦ ٥٢ کتاب الروضتین جلد اول ص ٢٢٠

"على عموم مذهب السنة فيه اطلع البحث ان فيه داعية خبيثاً امره مختصراً شخصه عظيماً كفره يسمى قديد القفاص قد فشت فى الشام دعوته ...... ووجدت فى منزله بالاسكندرية عند القبض له والهجوم عليه كتباً مجودة فيها خلع العذار وصريح الكفر الذى ما عنه اعتذار ورقاع يخاطب بها فيها ما تقشعر منه الجلود" ؎

اسکندریہ کی سرحد عموماً مذہب اہلسنت کی پیرو ہے لیکن تحقیق سے پتہ چلا کہ وہاں ایک اسماعیلی داعی ہے جس کا کام بڑا خبیث ہے، شخصیت حقیر ہے کفر شدید ہے اور اس کا نام قدید قفاص ہے، شام میں اس کی دعوت عام ہو چکی ہے اور اسکندریہ میں اُس کے گھر سے ایسا لٹریچر ملا ہے جس میں کفر صریح بھرا ہوا ہے جس کی کوئی تاویل نہیں کی جا سکتی نیز ایسے مضمون کے رقعے نکلے جن سے رونگٹے کھڑے ہوتے ہیں۔

اسی زمانہ میں مضافاتِ دمشق میں ایک شخص نے نبوت کا دعویٰ کیا۔ اور شعبدہ بازی سے ایک عالم کو گمراہ کیا۔ اس کے بعد بھاگ کر حلب پہونچا جہاں ایک عورت پر فریفتہ ہو گیا اور اُسے بھی اپنے کید و فریب کے ڈھنگ سکھا دیئے۔ اب کیا تھا عورت نے بھی نبوت کا دعویٰ کر دیا۔ مقدسی نے ابن ابی طے سے نقل کیا ہے۔

"وظهر فى مشغرا قرية من قرى دمشق رجل ادعى النبوة وكان من اهل المغرب واظهر من التخابيل والتمويهات ما فتن به الناس واتبعه عالم عظيم من الفلاحين واهل السواد وعصى على اهل دمشق ثم هرب من مشغرا فى الليل وصار الى بلد حلب وعاد الى افساد عقول الفلاحين بما يريهم

اور دمشق کے ایک گاؤں مشغرا میں ایک شخص ظاہر ہوا جو نبوت کا مدعی تھا وہ مغربی افریقہ کا رہنے والا تھا اور اُس نے اپنے دامِ فریب میں بہت سے لوگوں کو پھانس لیا تھا اور فلاحین اور اہل دیہات کی ایک کثیر تعداد اس کی پیرو ہو گئی تھی۔ پھر وہ راتوں رات مشغرا سے بھاگ گیا اور حلب پہونچا اور وہاں بھی اپنی تمویہات اور شعبدہ بازیوں سے فلاحین کو بیوقوف بنانا شروع کیا۔ وہاں وہ ایک عورت پر فریفتہ ہو گیا۔

؎ ایضاً صفحہ ۲۲۱

من الشیعة والتخابیل ہولی امرأة وعلمہا ذلک وادعت ایضاً النبوة "۵۱
اور اُسے بھی یہ ہتھکنڈے سکھا دیئے اور اس عورت نے بھی نبوت کا دعویٰ کر دیا۔

خود حلب میں فرقہ اسماعیلیہ کی بڑی تعداد آباد تھی، چنانچہ جب سلطان صلاح الدین نے حلب پر حملہ کیا اور الملک الصالح کا معاملہ کمزور ہونے لگا تو وہاں کی اسماعیلی آبادی نے اس کی حمایت کا وعدہ کیا بشرطیکہ انھیں اسماعیلی مذہب کو دوبارہ زندہ کرنے کی اجازت دی جائے اور ملک صالح نے سیاسی مصالح کے پیش نظر اس مشروط پیش کش کو منظور کر لیا۔

"وکانوا قد اشترطوا علی الملک الصالح انہ یعید الیہم شرقیة الجامع یصلون فیہا علی قاعدتہم القدیمة وان یجہر بحی علی خیر العمل فی الاذان والتذکیر فی الاسواق وقدام الجنائز باسماء الائمة الاثنی عشر وان یصلوا علی امواتہم خمس تکبیرات ... واشیاء کثیرة اقترحوہا مما کان قد ابطلہ نور الدین رحمہ اللہ فاجیبوا الی ذلک "۵۲
انھوں نے ملک الصالح سے شرط کی تھی کہ وہ انھیں جامع مسجد کا مشرقی حصہ لوٹا دے گا جہاں وہ اپنے قدیم قاعدے کے مطابق نماز پڑھا کریں گے اور اذان میں حی علی خیر العمل کے زور سے کہنے، بازاروں اور جنازوں کے آگے ائمہ اثنا عشر کے نام لینے کی اور نماز جنازہ میں پانچ تکبیروں کی اجازت ہوگی ...... اور نیز دوسری بدعات کی جنھیں نور الدین رحمہ اللہ نے باطل کر دیا تھا اور اُن کی یہ تمام شرائط منظور ہوئیں۔

بات محض یہیں تک نہیں تھی بلکہ اسماعیلیوں نے شیخ الجبال سے "فدائیوں (ASSASSINS) کی خدمات بھی حاصل کیں تاکہ وہ بیخبری میں سلطان صلاح الدین کو شہید کر دیں۔ چنانچہ پہلی مرتبہ ۵۷۱ھ میں جبکہ سلطان حلب کا محاصرہ کئے پڑا تھا ایک دن یکایک چند فدائی آ گئے اور ہر چند کہ وہ سلطان صلاح الدین کو تو گزند نہ پہونچا سکے مگر متعدد سرداران لشکر اس ناگہانی حملہ میں شہید ہو گئے۔ ابن ابی طے نے لکھا ہے۔

فاجمعوا امراءہم علی مراسلة سنان
پس انھوں نے بالاتفاق حشیشین کے سردار شیخ جبال،

---

۵۱ ایضاً ص ۱۵۱ و ۲۵۲ ۵۲ کتاب الروضتین جلد اوّل ص۔ ۲۳۸

صاحب الحشیشیۃ فی ارصاد المتالف	سنان کو لکھا کہ وہ کسی فدائی کو سلطان کی گھات
للسلطان وارسال من یفتک بہ وضمنوا	میں لگا دے اور اُسے شہید کرنے کے لئے کسی کو بھیجے
لہ علی ذلک اموالاً جمۃ وعدۃ من	اور اس کے بدلے میں اُنھوں نے مال کثیر اور بہت
القریٰ فارسل سنان جماعۃ من	سے مواضعات کی ضمانت لی ۔ پس سنان نے اپنے
فتاک اصحابہ لاغتیال السلطان فجاؤا	یہاں کے فدائیوں کی ایک جماعت کو بھیجا تاکہ سلطان
الیٰ جبل جوشن واختلطوا بالعسکر	کو دھوکہ سے قتل کر ڈالیں ۔ پس وہ جبل جوشن میں آئے
فعرفھم صاحب بوقبیس ..... وجاء	جہاں لشکر میں گھل مل گئے لیکن والی بوقبیس نے انہیں پہچان
قوم للرفع عنہ ..... فقتلوا بعد ان	لیا اور مسلمانوں کی ایک جماعت ان کے دفع کرنے کے لئے آئی ...
قتلوا جماعۃ " ؎۵۱	پس فدائی مارے گئے بعد اس کے کہ انھوں نے بہت سے مسلمانوں کو شہید کر دیا

دوسری مرتبہ ۵۷۱ھ میں جبکہ سلطان صلاح الدین حلب کے سلسلہ میں قلعہ عزاز میں مقیم تھا۔ سلطان سامانِ جنگ کا معائنہ کر رہا تھا کہ ایک فدائی نے جھپٹ کر سر پر چھری سے وار کیا مگر خود کی وجہ سے سر تو محفوظ رہا البتہ چہرہ زخمی ہو گیا ۔ اتنے میں اور فدائی جھپٹے مگر امرائے لشکر نے انہیں قتل کر ڈالا ۔ اس سے سلطان بہت زیادہ خائف ہوا اور آئندہ غیر معمولی احتیاط برتنے لگا ؎۵۲

اس تفصیل سے ظاہر ہے کہ اسمٰعیلی سازشوں کے سدِّباب کے لئے حکمراں طبقہ کو غیر معمولی احتیاط برتنی پڑتی تھی ۔ پورا ملک اس قسم کے فتنہ پردازوں سے بھرا ہوا نظر آتا تھا ۔ بالخصوص جبکہ دو مرتبہ سلطان پر ان اسماعیلیوں کی سازش سے حملہ ہوا ۔ پھر مشرقی مقبوضات (شام) میں اسمٰعیلیوں کا گڈھ حلب تھا جو یوں بھی غیر معمولی اہمیت رکھتا تھا ۔ پھر اسماعیلی دعاۃ عموماً فلاسفہ ہی کی شکل میں اپنی دعوتی سرگرمیاں جاری رکھتے تھے ۔ اندریں حالات بیدار مغز سلطان کس طرح حلب میں شہاب الدین سہروردی کے وجود کو برداشت کر سکتا تھا ۔ اور کس طرح حلب جیسے اہم مقام کو شاہزادہ (الملک الظاہر) کی والہانہ عقیدت (جو اُسے شہاب الدین سہروردی کے ساتھ تھی) کی خاطر خطرے میں ڈال سکتا تھا ۔ بالخصوص جبکہ سہروردی

؎۵۱ ایضاً ص ۲۳۹ ؎۵۲ ایضاً ص ۲۵۸

اپنی عاقبت نااندیشی سے خود کو خلافتِ ارضی کا واحد مستحق سمجھتا تھا اُدھر تنگ نظر علماء بربنائے تحاسد و تباغض سہروردی کی ہفوات و اباطیل کو نمک مرچ لگا کر اُس کے زندقہ کے ثبوت میں پیش کر رہے تھے اور اُس کے قتل کا فتویٰ دے رہے تھے ۔

ان مختلف عوامل کا نتیجہ تھا کہ سلطان نے شہزادے (الملک الظاہر) کو سہروردی کے قتل کے لئے لکھا مگر چونکہ اُسے اُس کے ساتھ بے پناہ عقیدت تھی لہذا باپ سے اُس کی جاں بخشی کی سفارش کی مگر تجربہ کار باپ نے ناتجربہ کار بیٹے کی سفارش کو مسترد کر دیا اور نہایت سختی سے اُسے حکمِ سلطانی کی تعمیل کے لئے لکھا۔ ابن ابی اصیبعہ نے لکھا ہے کہ جب سہروردی الملک الظاہر کا مُقرّبِ خاص بن گیا تو علمائے حلب نے اُس کے خلاف شکایات کا طومار لکھ کر سلطان ناصر الدین کی خدمت میں روانہ کیا ۔

" فازداد تشنیع اولئک علیہ و عملوا
المحاضر بکفرہ و سیروھا الی دمشق الی
الملک الناصر صلاح الدین وقالوا ان بقی
ھذا فانہ یفسد اعتقاد الملک الظاھر
وکذلک ان اطلق فانہ یفسد ای ناحیۃ
کان بھا من البلاد وزادوا علیہ اشیاء
کثیرۃ من ذلک "[1]

پس علماء حلب کے اعتراضات سہروردی پر بہت بڑھ گئے اور اُنھوں نے اُس کی تکفیر کی یادداشتیں (میمورنڈم) مرتب کر کے سلطان صلاح الدین کے پاس دمشق بھیجیں کہ اگرچہ سہروردی یہاں حلب میں باقی رہا تو وہ ملک الظاہر کے عقائد خراب کر دیگا اور اسی طرح اگر اُسے باہر جانے کی اجازت دی گئی تو جس حصۂ ملک میں وہ جائے گا وہاں فساد برپا کریگا۔ اور اس کے خلاف اور بھی شکایات لکھیں ۔

اور اسی کا نتیجہ تھا ۔

" فبعث صلاح الدین الی ولدہ الملک
الظاھر بحلب کتابا فی حقہ بخط القاضی
الفاضل وھو یقول فیہ ان ھذا الشھاب
السھروردی لا بد من قتلہ ولا سبیل انہ

پس سلطان صلاح الدین نے ملک الظاہر کے پاس قاضی فاضل سے لکھا کر ایک خط بھیجا جس میں تحریر تھا کہ اس شہاب سہروردی کا قتل ضروری ہے اور کسی طرح بھی نہ اُسے باہر جانے کی آزادی دی جاسکتی ہے اور نہ کسی طرح حلب ہی

[1] طبقات الاطباء، جلد ثانی صفحہ ۱۶۷

یطلق ولا یبقی من الوجوہ" [۱] میں باقی رکھا جاسکتا ہے۔

غرض تصریحات بالا سے ظاہر ہے کہ سہروردی کا قتل اس کے نہاد زندقہ سے زیادہ اس کی عجب وخود پسندی، معاصرین کے بغض وحسد اور حکمراں طبقہ کے تدبر اور حزم واحتیاط کا نتیجہ تھا۔ دو باتیں اور قابل غور ہیں:-

(ا) سہروردی عام زنادقہ ومرتدین کی طرح جلاد کے ہاتھوں قتل نہیں ہوا بلکہ بھوک سے مارا گیا کیونکہ خود اس نے یہی سزا اپنے لئے تجویز کی تھی۔

(ب) سہروردی ۵۷۹ھ میں حلب آیا اور جلد ہی حُسّاد کی ایک جماعت پیدا کرلی جنھوں نے اس کے ہفوات واباطیل کو جو اُس کی کتابوں میں موجود تھے، اُس کے قتل وتعذیب کا ذریعہ بنانے کی کوشش کی مگر کامیابی نہیں ہوئی۔ البتہ جب ۵۸۲ھ میں اُس نے حکمۃ الاشراق لکھنا شروع کی اور اس میں خود کو خلافتِ الٰہی اور عالمِ عنصری کی ریاست کا مستحق ثابت کیا تو پھر اربابِ حکومت نے اُسے باقی رکھنا مناسب نہ سمجھا اور آخر کار ۵۸۷ھ میں اُسے بھوکا رکھ کر مار ڈالا۔

ابن خلکان نے جو سہروردی کے قتل کے چالیس [۲] سال بعد حلب گیا تھا اور وہاں عرصہ تک مقیم رہا تھا، لکھا ہے کہ سہروردی کا زندقہ والحاد متفق علیہ نہ تھا بلکہ بہت سے لوگ اُسے ولی کامل سمجھتے تھے۔

"واقمت بحلب سنین للاشتغال	اور میں کئی سال حصول علم کے سلسلے میں حلب کے اندر مقیم رہا
بالعلم الشریف ورأیت اھلہا مختلفین فی	اور میں نے وہاں کے لوگوں کو سہروردی کے معاملہ میں مختلف الخیال
امرہ وکل واحد یتکلم علی قدر ھواہ	پایا۔ ہر شخص اپنے رجحانات کے مطابق کہتا تھا۔ ان میں سے
فمنھم من ینسبہ الی الزندقۃ والالحاد	بعض لوگ اُسے الحاد وزندقہ کی جانب منسوب کرتے تھے
ومنھم من یعتقد فیہ الصلاح وانہ من	اور بعض کا عقیدہ تھا کہ وہ بڑا مرد صالح تھا اور یہ کہ وہ صاحب
اھل الکرامات ویقولون ظھر لھم بعد	کرامات تھا نیز یہ بھی کہتے تھے کہ اس کے قتل کے بعد جو واقعات
قتلہ ما یشھد لہ بذلک" [۳]	رونما ہوئے وہ اس کے صلاح وتقویٰ کے شاہد ہیں۔

---

[۱] ایضاً صفحہ ۱۹۷ [۲] تاریخ ابن خلکان جلد ثانی صفحہ ۳۳۱ "ولما وصلت الی حلب .... سنۃ ست وعشرین وستمائۃ۔ [۳] ایضاً۔ ص ۲۶۳۔

لیکن چونکہ ابن خلکان کا سابقہ زیادہ تر طبقۂ علماء ہی سے رہا۔ لہٰذا اس کے کانوں میں زیادہ تر سہروردی کے الحاد و زندقہ ہی کی آوازیں آتی رہیں اسی لئے وہ کہتا ہے

" واکثر الناس علیٰ انہ کان ملحداً لا یعتقد شیئاً " ؎۱	اور اکثر لوگوں کا خیال ہے کہ وہ ملحد تھا جو کسی بات پر اعتقاد نہیں رکھتا تھا۔

بہر حال ان واقعات و تصریحات سے ثابت ہوتا ہے کہ سہروردی کا قتل دائرۂ اسلام سے خارج ہونے کی بنا پر نہ تھا بلکہ معاصرین کی حسد اور ارباب حکومت کے سیاسی مصالح کا نتیجہ تھا۔ سہروردی آزاد خیال ضرور تھا، لیکن منکر اسلام نہ تھا۔

اور اس طرح اس میں اشراقیت کی یہ شرط مفقود ہے کہ " تابع دین سماوی نہ ہو "

سہروردی اور نظر و استدلال | سہروردی بحث و استدلال کا منکر نہیں ہے صرف اپنے پیشروؤں کے برخلاف وہ ذوق اور مکاشفہ کی افادیت پر بھی زور دیتا ہے۔ تینتیس ۳۳ سال کی عمر تک وہ صرف بحث و نظر ہی پر اکتفا کرتا رہا۔ ۵۸۲ھ میں اس نے حکمۃ الاشراق لکھنا شروع کی اور یہ پہلا موقع تھا کہ اس نے بحث و نظر کے ساتھ ذوق و مکاشفہ سے بھی کام لیا جیسا کہ خود حکمۃ الاشراق کے مقدمہ میں لکھتا ہے۔

" وقد رتبت لکم قبل ھذا الکتاب وفی اثنائہ عند معاوقۃ القواطع عنہ کتباً علیٰ طریقۃ المشائین ولخصت فیھا قواعدھم ومن جملتھا المختصر الموسوم بالتلویحات اللوحیۃ والعرشیۃ المشتمل علیٰ قواعد کثیرۃ ولخصت فیھا القواعد مع صغر حجمہ ودونہ اللمعۃ وصنفت غیرھما ومنھا ما رتبتہ فی	میں نے اس کتاب سے پہلے اور نیز جب بھی موانع کی وجہ سے اس کی تصنیف ملتوی کرنا پڑی تو اس فرصت کے دوران میں تمہارے لئے مشائیوں کے طریقہ پر کتابیں لکھیں اور انہیں ان کے (مشائیوں کے) قواعد کو مختصر طور پر بیان کیا۔ ان میں سے وہ کتاب ہے جو تلویحات لوحیہ و عرشیہ کے نام سے موسوم ہے اور جو بہت سے قواعد پر مشتمل ہے اور میں نے اس میں باوجود اس کی کمی ضخامت کے قواعد مشائیت کا ماحصل بیان کیا ہے اس سے بعد کی لمعات ہے اور ان دونوں کے علاوہ اور بھی کتابیں تصنیف

؎۱ تاریخ ابن خلکان جلد ثانی ص ۲۶۳۔

ایام الصبیٰ۔ وھذا سیاق آخر وطریق اقرب من تلك الطریقة وانظم و اضبط واقل القاباً فی التحصیل۔ ولم یحصل لی اولاً بالفکر بل کان حصوله بامر آخر ثم طلبت الحجة علیه حتی لو قطعت النظر عن الحجة مثلاً ما یشککنی فیه مشکک " له

کی ہیں اصاس فلسفہ مشائیت کی کتابوں میں سے بعض وہ کتابیں ہیں جو میں نے بچپن میں تصنیف کی تھیں لیکن یہ بالکل ہی دوسرا انداز ہے اور اُس طریقہ سے زیادہ قریب منظم مضبوط اور کم تھکانے والا ہی اور یہ طریقہ مجھے اوّل اوّل غور و فکر سے حاصل نہیں ہوا بلکہ کسی دوسرے ہی طریقہ سے حاصل ہوا پھر میں نے اُس پر دلائل تلاش کئے۔ چنانچہ اگر میں اُس کے حجج و براہین سے بھی قطع نظر کر لوں تو بھی کوئی مجھے شک میں نہیں ڈال سکتا

یہ بھی واضح رہے کہ سہروردی اپنے اشراقی دور میں بھی (جو صرف چار سال رہا) "افلاطون و تبعین افلاطون" کی طرح محض ذوق و مکاشفہ ہی پر اکتفا نہ کرتا تھا جس طرح ارسطو کی طرح بحث و استدلال صرف پر قناعت نہ کرتا تھا اگرچہ اس سے پہلے وہ محض بحث و استدلال (طریقۂ مشائین) ہی پر عامل رہا تھا) بلکہ بحث اور ذوق دونوں طریقوں پر عامل تھا اور اسی دہرے عمل میں اس کی انفرادیت و ادعائے فضیلت کا راز مضمر ہے جیسا کہ شارح قطب الدین الشیرازی نے لکھا ہے :۔

"وثالثها حکیم الٰهی فی التاله والبحث هذه الطبقة اعز من الکبریت الاحمر ولا نعرف احداً من المتقدمین موصوفاً بهذه الصفة لانهم وان کانوا متوغلین فی التاله لم یکونوا متوغلین فی البحث ...... ولا من المتاخرین غیر صاحب هذا الکتاب " له

اور تیسرا حکیم الٰہی جو تالُّہ اور بحث دونوں میں باکمال ہو اور یہ گروہ کبریت احمر سے بھی زیادہ عزیز الوجود ہے اور ہم سوائے اس کتاب کے مصنف (سہروردی) کے نہ متقدمین سے کسی کو جانتے ہیں اور نہ متاخرین میں سے جو ان شرائط پر پُورا اترتا ہو (اگرچہ متقدمین ذوق و کشف اور تالہ میں توغل رکھتے تھے لیکن بحث اور فکر و نظر میں انھیں توغل نہ تھا۔

اسی طرح انھوں نے اپنی شرح کے دیباچہ کے اندر کتاب کی اہمیت کے سلسلہ میں لکھا ہے کہ سہروردی کی حکمۃ الاشراق

له شرح حکمۃ الاشراق ص ۱۵-۱۶ له ایضاً ص ۲۳

بحث اور ذوق، دونوں طریقوں پر مشتمل ہے

إن المختصر الموسوم بحكمة الاشراق	وہ مختصر کتاب جو حکمۃ الاشراق کے نام سے موسوم ہے......
......لا يعرف على وجه الارض فيما بلغنا	جہاں تک ہمیں پتہ چلا ہے روئے زمین پر الٰہیات اور طریق
كتاباً فى النمط الالهى والنهج السلوكى	سلوک میں اس سے اچھی کتاب نہیں ہے اور یہ اس وجہ سے کہ یہ
اشرف منه...... وذالك لاشتماله	کتاب (حکمۃ الاشراق حکمۃ بحثیہ و فلسفہ مشائیہ) کے بہترین
من الحكمة البحثية على اولاها وانفعها	اور مفید ترین مباحث پر نیز حکمت ذوقیہ کے اعلیٰ اور ارفع مضامین
ومن الحكمة الذوقية على اسناها وارفعها	پر مشتمل ہے کیونکہ مصنف دونوں قسم کے فلسفوں میں
اذكان رضى الله عنه اصلا مبرزاً فى الحكمتين[1]	با کمال تھا اور مسند تھا۔

خود ماتن (سہروردی) نے لکھا ہے۔ "وكتابنا هذا الطالبى التاله والبحث" اور اس کی شرح میں (قطب الدین الشیرازی) نے لکھا ہے:۔

"لاشتماله على الحكمتين اما الذوقية	بوجہ اس کے دونوں قسم کے فلسفوں پر مشتمل ہونے کے۔ جہاں تک
فلما فيه من علم الانوار والالهية	حکمت ذوقیہ کا تعلق ہے تو اس وجہ سے کہ اس میں علم الانوار
واما البحثية فلما فيه من اصول العلوم	اور الٰہیات کے مضامین ہیں اور جہاں تک حکمۃ بحثیہ کا تعلق ہے
وقواعدها كالمنطق والطبيعى والالهى"[2]	تو اس وجہ سے کہ اس میں علوم کے اصول و قواعد ہیں جیسے منطق،
	طبیعات اور الٰہیات۔

غرض سہروردی اور افلاطون و متبعین افلاطون کی طرح محض تالہ اور کشف و ذوق ہی کا عامل نہ تھا بلکہ اس کے ساتھ بحث و استدلال پر بھی عمل پیرا تھا بلکہ اس کی عمر سوائے آخر کے چند سالوں کے مشائیت ہی کے نقش قدم پر چلنے میں گزری۔ اور یہ بھی واقعہ ہے کہ اس کی متعدد تصانیف میں سے صرف حکمۃ الاشراق ہی اشراقی فلسفہ پر ہے (اور وہ بھی جزواً کیونکہ یہ حکمتِ ذوقیہ اور حکمتِ بحثیہ دونوں پر مشتمل ہے) ورنہ باقی مشائی فلسفہ ہی کی توضیح و تبیین اور شرح و تلخیص پر ہیں۔

---

[1] شرح حکمت الاشراق :- ص ۲۰۔ [2] ایضاً ص ۲۵

سہروردی اور مشائیت کا اقرار | سہروردی خود کہتا ہے کہ اُس نے اپنی عمر کا زیادہ بڑا حصہ مشائیت ہی کی توضیح وتبیین اور شرح وتلخیص میں صرف کیا۔

"وقد رتبت لكم قبل هذا الكتاب (حكمة الاشراق) .... كتباً على طريقة المشائين ولخصت فيها قواعدهم"

یہی نہیں بلکہ وہ مشائیت کا بڑا زبردست ترجمان اور اس کا مناظر رہا تھا جیسا کہ خود کہتا ہے:۔

"وصاحب هذا الاسطر كان شديد الذب عن طريقة المشائين" ۱ — اور ان سطور کا مصنف مشائیوں کے فلسفہ کا بہت زیادہ حمایت ومدافعت کرنے والا تھا۔

اور آخر عمر میں بھی جبکہ وہ حکمۃ الاشراق کی تصنیف میں مشغول تھا، مشائیت سے دستبردار نہیں ہوا بلکہ اس دوران میں بھی مشائی فلسفہ پر کتابیں لکھتا رہتا تھا۔

"وقد رتبت لكم قبل هذا الكتاب وفى اثنائه عند معاوقة القواطع عنه كتبا على طريقة المشائين"

بلکہ خود حکمۃ الاشراق بھی محض اشراقی فلسفہ کی کتاب نہیں ہے بلکہ اس کے ساتھ مشائی فلسفہ کی بھی کتاب ہے جیسا کہ خود کہتا ہے: "وكتابنا هذا لطالب التاله والبحث"

اندریں حالات اشراقیت کی شرط ثانی کہ "بحث واستدلال سے کام نہ لیتا ہو بلکہ ذوق ومکاشفہ صرف پر عامل ہو (اور جس کی مثال میں افلاطون وتبعین افلاطون کا نام لیا گیا ہے) سہروردی پورا نہیں کرتا کیونکہ وہ تیس سال تک تو صرف بحث واستدلال ہی سے کام لیتا تھا اور آخر زمانہ میں بھی ہرچند کہ وہ ذوق ومکاشفہ ہی پر عمل پیرا تھا بحث ونظر سے دستبردار نہیں ہوا۔

لہذا "اشراقی" کی جو تعریف دی گئی ہے کہ (۱) تابع دین سماوی نہو اور (۲) بحث واستدلال سے کام نہ لیتا ہو بلکہ صرف ذوق ومکاشفہ ہی پر عمل پیرا ہو، سہروردی پر پوری نہیں اُترتی کیونکہ نہ تو وہ دینِ سماوی (اسلام) کا منکر تھا اور نہ بحث واستدلال کا۔

---

۱ ایضاً ص ۳۷۱